ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022

Vol. 5 No.2 2022

ہندکو زبان وادب کی تاریخ اور نظریات: تحقیقی مطالعہ

History and Theories of Hindko Literature: An Exploratory Study.

Hasnain Khan Swati

Phd Scholar Department Of Urdu Hazara University Mansehra.

Arif Hussain Arif

Assistant Professor Department Of Urdu Government Municipal Graduate Collage Faisalabad.

Dr. Abid Ali Rufi

Assistant Professor Department Of Urdu Hazara University Mansehra.

Abstract:

Hindko is considered as one of the oldest languages of the Indo Pak subcontinent. Some reliable sources also state that it was spoken many centuries before the start of Gandhara civilization. In this article it is tried to search out the basis of Hindko language, it's literature, history and literary thoughts. Hindko Language has been the sign of unity, affection and love and its roots can be traced out some five thousand years back in the Vedak period. It is also the oldest history of some famous religions and civilization, it embeds and imprints significant impacts on Indian culture, religions, society and life of its people. Historians have considered Harappa and Mohenjo-Daro, (the Mound of Men) the oldest signs of golden era of civilizations which have been traced out till date. History researchers and archaeologists have described the civilizations of Egypt, Iraq and the Indus Valley as the oldest. The new excavations that have been done in these areas show that the people who lived here five thousand (5,000) years before the birth of Jesus were also familiar with the art of writing and sketching. Panini is the first researcher of the Hindko language who arranged and established the rules of the Hindko language. The ancient manuscripts and documents of Hindko literature are a glimpse of the conditions and wars of ancient times, but the age of its discovered literature is only three hundred years.

Keyword: Hindko, Language, oldest, Gandhara, civilization, Harappa, Mohenjo-Daro, ancient, Darwadian,

ہندکو کا شمار برصغیر کی قدیم ترین زبانوں میں ہوتا ہے اور یہ زبان گندھارا تہذیب کے آغاز سے کئی صدیاں قبل ہندوستان اور اس کے قرب وجوار میں بولی اور سمجھی جاتی تھی۔ گندھارا سے پہلے اس خطے کو "دردستان "کا علاقہ کہا جاتا تھا۔ تاریخی کتابوں میں موجودہ شمالی علاقہ جات کا نام "بلورستان "آیا ہے اور اس خطے میں جو زبانیں بولی جاتی تھیں ان میں بلتی، شینا، چترالی، گلگتی، گوجری، لداخی اور دیگر کئی زبانیں اور بولیاں شامل ہیں جبکہ دردستان کا علاقہ قندھار سے جہلم تک اور بعض تاریخ دانوں کے مطابق سندھ بھی اس میں شامل تھا جہاں زیادہ تر ہندکو زبان ہی بولی جاتی تھی۔ خانہ بدوش اقوام کے بارے میں یہ بات تو طے ہے کہ وہ پانی اور اپنے جانوروں کی خوراک کی تلاش میں بھٹکتے بھٹکتے دریاؤں کے کناروں کا رخ کیا کرتے تھے اور اسی مفروضہ کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی بڑی بڑی تہذیبیں اور ثقافتیں دریاؤں کے کناروں پر آباد ہوئیں جس کی ایک مثال وادی سندھ کی تہذیب وثقافت ہے جو صدیوں سے دریائے سندھ کے کنارے پر اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہے۔ دریائے سندھ (Indus River) کے کناروں پر بولی جانے والی تمام زبانیں، "ہندکو" یا "سندکو" کہلاتی ہیں۔ ہندکو زبان کے حوالے سے عام طور پر یہ غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ یہ لفظ "ہند" سے "ہندکو" ہے۔ ایک اعتبار سے یہ قیاس درست ہو بھی سکتا ہے لیکن اصل حقیقت یہ نہیں ہے کہ "ہند" کا اصل "سندھ" ہے اور اسی حوالے سے ملک ہند کا نام پڑ گیا جبکہ ہند یا ہندوستان کوہ ہمالیہ کے جنوب اور بحر ہند، بحر عرب کے شمال اور خلیج بنگال کے شمال مغرب میں موجود ایک تکونی خشکی کا ٹکڑا ہے جو دنیا کے نقشے پر نظر آتا ہے۔ جس کی سنہری اور تاریخی تہذیبیں ہڑپہ اور موہنجوداڑو یعنی مردوں کا ٹیلہ کے مقامات پر نمو پذیر ہوئیں۔ ہندکو کا مرکز بعض سبک رو اور سیرابی بخشنے والے دریاؤں کے آس پاس رہا۔ اسی لیے اس کو سبت سندھو بھی کہا جاتا رہا یعنی سات دریاؤں کی سرزمین، جو بعد میں ہخامنشی بادشاہوں نے سین ہٹا کر ہند کر دیا۔ تقریر کے ساتھ

ساتھ تحریر کی عمر بھی بہت قدیم ہے۔ تقریر میں زبان تو بولی جاتی ہو گی اور اسے تحریر میں لکھا بھی جاتا ہو گا لیکن اس بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی ہے کہ فن تحریر کا آغاز کب ہوا۔ اس بارے میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''تاریخ کے محققین اور آثار قدیمہ کے ماہرین نے مصر، عراق اور وادی سندھ کی تہذیبوں کو قدیم ترین بتایا ہے۔ ان علاقوں میں جو نئی کھدائیاں ہوئی ہیں ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش سے پانچ ہزار (۵۰۰۰) سال پہلے جو لوگ یہاں آباد تھے وہ فنِ تحریر سے بھی واقف تھے''(۱)

ہند کو زبان اور تہذیب کے بارے میں جو مفروضہ بیان کیا جاتا ہے کہ آریاؤں نے اس خطے کو تہذیب سے روشناس کروایا، یہ بات درست نہیں ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہاں آریاؤں سے پہلے کوئی تہذیب و تمدن نہ تھا، یہاں کوئی ثقافت نہ تھی، اس خطے کی اپنی کوئی زبان نہ تھی، یہاں کے لوگ گونگے اور بہرے تھے، ان کے ہاں کوئی رسم ورواج نہ تھے، یہاں کے لوگوں کا کوئی مذہب نہ تھا۔ بلکہ یہ علاقہ اپنی مکمل تہذیب و ثقافت کے ساتھ یہاں موجود تھا اور یہاں کے رہنے والوں کو دراوڑی کہا جاتا تھا۔ یہ الگ بحث ہے کہ آریا کی آمد کے بعد یہاں کی تہذیب رفتہ رفتہ مٹنے لگی جس کی چند وجوہات ہیں۔ اس کے متعلق ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان اپنی کتاب ''سرزمین ہندکو'' میں لکھتے ہیں:

> ''انیسویں اور بیسویں صدی میں بعض محققین کو اس کا احساس ہوا اور انہوں نے اس سرزمین کی ثقافتی تاریخ کا از سر نو جائزہ لینا شروع کیا اور اصل حقائق آہستہ آہستہ سامنے آنے لگے۔ اگرچہ ان میں سے چند ایک مغربی لکھاری اب بھی ایسے ہیں جو ہٹ دھرمی کے سبب میں نہ مانوں کی رٹ لگائے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ چند نام نہاد مشرقی دانشور ہیں جو اپنے مفادات کے لیے ان کی ہم نوائی کر رہے ہیں اور تاریخ کو مکدر رکھنے کی ناکام کوشش میں لگے ہوئے ہیں لیکن جوں جوں تاریخ کے چہرے سے گرد ہٹتی جارہی ہے ان کا زور ٹوٹتا جارہا ہے۔''(۲)

ہندکو زبان کو تاریخی اعتبار سے جانچا جائے تو اس کا تحریری سرمایہ 1500 قبل مسیح میں دردستان کے علاقے گندھارا میں ملتا ہے اس کے متعلق مختار علی نیئر اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''تاریخی اعتبار نال ہندکو زبان دے ڈانڈے 1500 قبل مسیح دردستان جیہڑا کہ گندھارا دا قدیم نام اے اس وچ تحریر دی ابتداء نال جاملدی اے۔ ظاہر ہے سب سی پہلے اس زمی تے وید تحریر اچ آئی ون۔ یاوت ویداں سی تحریر دی ابتداء ہوئی اے۔ اس ویلے ویداں دا رسم الخط تیہ آیا اس راز سی اجلا پردہ نی اُٹھا۔ البتہ ہزاراں وریاں سی خطہ دردستاں وچ بولی جاڑیں والیاں بولیاں تے زباناں وچ صوتی اعتبار نل جیہڑا لفظ استعمال ہوندے اے اج خطے وچ ہندکو واحد زبان اے جس وچ اے الفاظ کثرت نال ایڑے قدیم لہجے تے معنیاں نل موجود ان۔''(۳)

ہندکو زبان کی قدامت کو سامنے رکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس کے ادب کی تاریخ اتنی قدیم نہیں ہے۔ ہندکو زبان کے قدیم ادب کا ابھی تک پوری طرح سراغ نہیں مل سکا۔ بہت سی مقامی بولیوں کی طرح ہندکو زبان کا المیہ بھی یہی ہے کہ ابتدائی زمانے سے اس کا ادبی سرمایہ محفوظ نہیں رہ سکا۔ قدیم زمانے میں ہندکو زبان شہری آبادی کی زبان تھی اور شہری آبادی انقلابات و حادثات سے زیادہ متاثر ہوتی رہی ہے۔ انگریزی سامراج کے خلاف برصغیر پاک وہند میں ڈیڑھ سو سال تک جو جنگ آزادی لڑی گئی ان میں پشاور اور یہاں کے دوسرے شہر جو اس تحریک کے بڑے مراکز تھے۔ شاہ اسماعیل اور سید احمد بریلوی شہید نے اپنے جہاد کی ابتدا یہاں سے کی تھی۔ بہت سی تحریکوں کا تعلق پشاور سے رہا ہے۔ ان تحریکوں میں تحریک خلافت، تحریک خاکسار، تحریک سرخ پوش وغیرہ۔ یہاں آئے دن گرفتاریاں خانہ تلاشیاں اور پکڑ دھکڑ نے ہر گھر کا نظام درہم برہم کر رکھا تھا۔ غالباً ان وجوہات سے قیمتی مسودات اور دستاویزات یا تو لوگوں نے خود ہی ضائع کر دیے یا ایسے اندھے کنوؤں میں ڈال دیے جہاں وہ گل سڑ کر ختم ہو گئے۔ اس بارے میں "پاکستانی زبانیں اور ادب" کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

"ہندکو اردو کی ابتدائی شکل ہے اور اردو سے بہت پہلے یہ زبان یہاں رائج تھی اس لیے اس کا ادب بھی بہت قدیم ہونا چاہیے اور ہے۔ لیکن اس ادب کے نمونے جو اب تک دستیاب ہو سکے ہیں، وہ لوک گیتوں، لوک کہانیوں، کھیلوں کے منظوم بولوں اور ضرب الامثال و محاورات کی صورت میں ہیں جو سینہ بہ سینہ ہم تک پہنچے ہیں۔ ہندکو کی قدیم دریافت شدہ نظم کا مصنف غلام محمد مائیو ہے۔ یہ نظم مرزا عبدالغنی کی بیاض "گلدستہ" سے دستیاب ہوئی ہے۔ مرزا کی راویات کے مطابق محمد دین مائیو ۱۷۵۰ء/1170ھ کے لگ بھگ ہوا ہے اس طرح ہندکو کی دریافت شدہ شاعری کی عمر تقریباً دو سو سال بنتی ہے۔"(۴)

اٹھارویں اور انیسویں صدی عیسوی یا بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کے عوامل میں کل سترہ شعرا کا تذکرہ ملتا ہے جس میں خود مرزا بھی شامل ہے۔ مائیو کو مرزا نے نہیں دیکھا البتہ اس کے بیٹے سے اس کی ملاقات ضرور ہوئی تھی جس میں اس نے اپنے باپ کی وفات اور ان کے کلام کے متعلق مرزا عبدالغنی کو بتایا تھا۔ مرزا کے متعلق کہا جاتا ہے:

"مرزا نے اپنے دادا سکندر خان کے حوالے سے دو قدیم ہندکو منظوم کتابوں "دین دے چراغ" اور "کالی کملی والا سائیں" کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے یہ دو کتابیں "چن تارے" سے زیادہ پرانی ہیں لیکن ان کے مصنفین جس کا نام نہیں بتایا اور نہ ہی سن تصنیف کا تعین کیا ہے۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ " دین دے چراغ" میں اولیائے کرام کا تذکرہ ہے اور "کالی کملی والا سائیں" نبی کریم کی سیرت مطہرہ پر مشتمل ہے۔ ہندکو ادب کی تاریخ کے سلسلے میں یہ کتابیں بڑی کارآمد تھیں، لیکن افسوس کہ اب یہ عنقا ہیں کسی دوسرے ذریعے سے بھی ان کی نشاندہی نہیں ہوتی۔"(۵)

ہندکو نظم کی طرح نثر کے نمونے بھی مرزا عبدالغنی کی بیاض "گلدستہ" میں ملتے ہیں یہ وہی مرزا ہیں جن کی نظم اور نثر سے گریرسن نے لینگوسٹک سروے آف انڈیا میں نمونے دیئے ہیں۔ وہ نہ صرف ہندکو نثر کا بانی ہے بلکہ ہندکو افسانے کا اوّلین خالق بھی ہے لیکن مرزا کے بعد دور جدید تک ہندکو نثر کے آثار نہیں ملتے۔ البتہ منظوم لوک کہانیوں اور منظوم کھیلوں پر تحریر کے چند ٹکڑے پائے جاتے ہیں۔ جن کے سن تالیف اور تخلیق کاروں کا پتہ ابھی تک نہیں چل سکا:

"جن کے مصنفین اور تخلیق کاروں کا پتہ نہیں چلتا لیکن اتنا یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ خاصی پرانی چیزیں ہیں جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی آئی ہیں۔ کیونکہ تحقیق کرنے پر تین چار نسلوں تک ان کی نشاندہی ہوتی ہے جو کہ کم از کم ڈیڑھ سو سال کا عرصہ احاطہ کیے ہوئے ہے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ درمیانی عرصہ نثر کے اعتبار سے رائیگاں نہیں گزرا اور اس میں کچھ نہ کچھ کام ہوتا رہا ہے۔ اس طرح ہندکو نثر کی عمر بھی اس کی نظم کے لگ بھگ جا پہنچتی ہے۔ بلکہ ان کھیلوں اور لوک کہانیوں کا اگر تجزیہ کیا جائے اور لوک گیتوں کا بھی خاطر خواہ جائزہ لیا جائے تو ہندکو کی تاریخ کی قدامت مسلم نظر آتی ہے۔"(۶)

زبان اور بولی میں یقیناً فرق ہے کسی بھی زبان کی تکمیل میں شعر و ادب کے ساتھ ساتھ اُس زبان کی تاریخ ثقافت، آرٹ کا ورثہ کے وجود کا ہونا لازم ہے۔ تاریخ کے اوراق "نشانات" آثار قدیمہ اور آرٹ کے نمونوں کو کھوجنا اور پھر اُن کے گمشدہ حوالوں کو باہمی ربط دے کر ایک زنجیر کی تخلیقی صورت میں لانا بہت ہی جان جوکھوں کا کام ہے۔ ہزاروں برس پر محیط گمشدہ تاریخ کو پتھروں، پہاڑوں، دریاؤں، سکّوں، لہجوں، اور مختلف لوک ثقافتوں کو ایک لڑی میں پرو کر زبان کے وجود کو ثابت کرنا دقت طلب کام ہے اور قدم قدم پر ٹھوکر کھانے کا احساس بھی ہوتا ہے ہندکو زبان کی تاریخ اور شعر و ادب کو انہی خطوط پر دیکھنے کی ضرورت ہے۔ برّ صغیر کے حوالے سے سکائی لیکس (Sky lax) نے پہلی کتاب تحریر کی اس کتاب میں اُس نے ہندوستان کے بارے میں عجیب معلومات دی ہیں سکائی لیکس کو ایرانی بادشاہ داریوش نے ۵۲۳ قبل مسیح سے ۲۵۶ قبل مسیح کے دوران دریائے سندھ کی گزرگاہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اُس کے ۲۰۰ سال بعد ارسطو نے یہ کتاب دیکھ کر کہا کہ ہندوستان میں بادشاہوں کو دیگر باشندوں کے مقابلے میں اعلیٰ نسل کے لوگ قرار دیا جاتا رہا ہے۔ سکائی لیکس نے ہندوستان کے حوالے سے بہت سی باتیں از خود گھڑ کر یونانیوں کو حیرت زدہ بھی کیا:

> ”برصغیر کے بارے میں اولین تصنیف یونانی امیر البحر سکائی لاکس (Sky lax) کی تھی، جس میں ہندوستان کے بارے میں جغرافیائی اور دوسری عجیب معلومات ہیں۔اسے ہخامنشی شہنشاہ ایران داریوش نے (523ق م256ق م) کے دوان دریائے سندھ کی گزرگاہ دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔اس کے دو سو برس کے بعد یونان کے معروف دانشور ارسطو نے کتاب دیکھ کر کہا کہ ہندوستان میں بادشاہوں کو دیگر باشندوں کے مقابلے اور اعلیٰ نسل کے لوگ قرار دیا جاتا رہا ہے۔ہندوستان کے بارے میں سکائی لاکس نے بعض عجیب و غریب باتیں گھڑ کر یونانیوں کو حیرت زدہ کیا مثلاًاس کے بے سر و پا قصوں میں ہندوستان کے لوگوں کے بارے میں کہا گیا کہ وہ اپنے بڑے بڑے پاؤں کو دھوپ سے سایہ کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں اور وہ اپنے لمبے چوڑے کانوں میں اپنے جسموں کو لپیٹ لیتے ہیں، نیز وہاں ایک آنکھ رکھنے والے انسان آباد ہیں۔“(۷)

یوں اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ہندکو کا ادب قدیم ہے جس پر صدیوں کے اثرات نمایاں نظر آتے ہیں۔ہندکو کے قدیم کلام کے مصنفین کا پتہ نہ چل سکا مگر اس کی قدامت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ان میں ادب کے لاتعداد اجزا و عناصر ملتے ہیں۔قدیم طرزِ زندگی کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں اس کے علاوہ بعض تاریخی حقائق بھی اس کی قدامت کی دلیل ہیں۔چیٹر جی نے اپنی کتاب انڈو آریان اینڈ ہندی(Indo Arayan and Hindi) میں خیال ظاہر کیا ہے کہ ہندوستان کے قدیم ترین باشندے یعنی حبشی النسل لوگ، زمانہ قدیم کے پتھر کے دور سے تعلق رکھتے ہیں جو دراصل غذا کی تلاش میں بھٹکتے پھرتے تھے۔سب سے پہلے آسٹرک اور دراوڑی ہی تھے جنہوں نے اس خطے کو تمدنی بنیاد فراہم کی۔بعد میں آریا تہذیب نے موجودہ تہذیب کے خدّوخال کو سنوارا اور اس میں اضافہ بھی کیا۔ہندوستان میں آریا تہذیب کے اثرات بہت گہرے ہیں بالکل ویسے ہی جیسے اس دور میں انگریزی زبان و ثقافت ہر صورت میں نظر آتی ہے یا جیسے انگریزوں سے قبل فارسی زبان و ادب کا غلبہ تھا۔ادب کے حوالے سے تو یہ بات آج بھی حقیقت پر مبنی ہے۔مختار علی نیئر لکھتے ہیں:

> ”اس تہذیب نے ان اثرات سے مغلوب ہوتے ہوئے بھی انہیں اپنے اندر جذب کر لیا۔وہ اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ دور دراز صوبوں خاص طور پر گندھارا(وادی پشاور)اویتھیوں اخامنشی حکمرانوں نے کتنے گہرے اور مفید اثرات چھوڑے ہیں۔آخامنشی آرٹ اور فن تعمیر نے ہندوستان کے موریہ خاندان کو بھی(332تا109) قبل مسیح ترغیب دلائی کہ وہ اپنے محلوں میں اصطخر کی عظمت دوبارہ زندہ کریں۔اور ادھر ابتدائی ہندوستانی ابجد جو خروشتی کہلاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔گندھارا کے علاقے میں رائج زبانوں میں صرف اور صرف ہندکو ہی اردو سے ملتی جلتی زبان ہے۔“(۸)

قدیم ہندوستان کے حوالے سے ویدوں کا ذکر بھی آتا ہے چار وید تو بہت مشہور ہیں ان میں رِگ وید، یجر وید، سام وید اور اتھر وید۔رِگ وید مذہبی حوالوں سے زیادہ مقبول تھی۔جس کے اشلوکوں میں یدحت بنیادی جُز ہے۔یجر وید میں دیوتاؤں کے حضور جب قربانی پیش کی جاتی تھی تو وہ دُعائیں یا منتر پڑھتے تھے۔سام وید میں دیگر مذہبی عبادات کے ساتھ ساتھ اُس زمانے میں ادب تخلیق کیا جاتا تھا اس کے علاوہ موسیقی یا گائیکی کے لیے بھی سام وید استعمال، ہوتے تھے۔اتھر وید میں زیادہ تر منتر، جادو، او رٹونے تھے جن کے ماہر دیوی اور دیوتاؤں کا روپ بھی ڈھال لیتے تھے جو عوام کو بے سکونی میں مبتلا کر دیتے تھے چنانچہ بعد میں بُدھ مت اور جین مت اسی بے سکونی کو ختم کرنے کے لیے وجود میں آئے۔ اور لوگوں کی مذہبی پریشانیوں کو بہت حد تک ختم کرنے کا باعث بنے۔ویدوں کو تحریر کی صورت ۱۵۰۰ قبل مسیح میں ملی۔ان تمام ویدوں کی زبان ہندکو یا ہندوی ہے البتہ رسم الخط کے حوالے سے خروشتی رسم الخط زیادہ مقبول ہوا۔ویدوں میں غالب اکثریت ہندکو لفظیات کی ہے۔خروشتی رسم الخط کا ایک کتبہ ٹیکسلا میوزیم میں موجود ہے ہندوکو زبان کے علاوہ یہاں کئی پراکرتیں بھی بولی اور لکھی جاتی تھیں۔مہابھارت کی لڑائی ۸۰۰ قبل مسیح میں ہوئی مہابھارت میں جن مقامات کا ذکر آیا ہے وہ آج بھی گندھارا کے علاقے میں ناموں کی ذراسی تبدیلی سے موجود ہیں۔ ہندکو زبان کی قدیم ہونے کی گواہی تو آخامنشی، مقدونی، موریہ، یونانی، باختری، ساکا، ہندی، پارتھی، کشان، ساسانی, ایرانی, کیداری، ترکی اور ہندوشاہیہ اقوام کی تاریخ میں مل جاتی ہے۔

ہندکو ادب کی تاریخ ۱۵۰۰ قبل مسیح سے شروع ہوتی ہے ”پاننی“ نے سب سے پہلے ویدوں کو سنسکرت میں جگہ دی۔کوئی زبان یہ دعوی نہیں کر سکتی کہ ویدوں میں صرف ان کی زبان شامل ہے۔البتہ آہنگ کے اعتبار سے گندھا راپراکرتوں کے اثرات زیادہ نمایاں ہیں البتہ الفاظ کی غالب اکثریت ہندکو زبان کی ہے۔ سنسکرت

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.2 2022

میں بے شمار قدیم قصے کہانیاں دراصل ہندکو زبان کا ہی قدیم سرمایہ ہیں لیکن بد قسمتی سے ہندکو زبان اپنا قدیم اور عظیم لوک سرمایہ الگ سے تحریری ترتیب میں نہیں لا سکی۔ شاید آنے والے وقتوں میں ہندکو زبان کا کوئی دیوانہ محقق اسے سنسکرت سے علیحدہ کر سکے۔

ہندکو زبان کے نظریات:

علاقائی زبان کسی بھی ملک کے اندر رہنے والے افراد کے مابین ایک تعلق اور ذریعہ اظہار ہوتی ہے یہ ملک کی قومی زبان کو تقویت بخشتی ہے۔اور آپس میں پیدا ہونے والے اختلافات اور تعصب کو کم کرنے کی بھرپور کوشش کرتی ہے۔پاکستان میں کچھ علاقائی زبانیں بہت قدیم ہیں اور آج بھی اپنی آب وتاب کے ساتھ قائم ودائم ہیں۔ان میں سندھی، پنجابی، پشتو اور ہندکو زبانیں شامل ہیں۔موجودہ دور میں زبانوں پر تحقیق ایک اہم موضوع بن گیا ہے۔اس متعلق اشرف کمال لکھتے ہیں:

> ”زبان کے مطالعے نے جب سے سائنس کی حیثیت اختیار کی ہے اس وقت سے زبان کا علم رکھنے والے ماہرین نے دنیا بھر کی زبانوں کے حوالے سے قابل قدر کام کیا ہے۔چونکہ زبان کی ارتقاء اور تاریخ کا تعلق انسان کے ارتقاء اور تاریخ سے ہے۔جس طرح انسان کی تاریخ قدیم ہے اسی طرح زبان کی تاریخ بھی بہت پرانی ہے۔انسان اپنی پیدائش کے بعد سے لے کر آج تک مختلف زبانیں بولتا چلا آرہا ہے۔وقت کے ساتھ ساتھ جہاں کئی پرانی زبانیں معدوم ہو چکی ہیں یا ان میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہو چکی ہیں وہاں نئی زبانوں کی دریافت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ابھی تک ہم اس بات کا دعوی کر سکتے ہیں، کہ ہمارے ماہرین لسانیات کا مطالعہ دنیا میں بولی جانے والی تمام زبانوں کا احاطہ کر چکا ہے۔اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ زبانیں چاہے قدیم ہوں یا جدید وہ مسلسل مختلف لسانی تغیرات سے دوچار رہتی ہیں۔کچھ زبانیں ترقی یافتہ ہیں جن کے ذریعے سائنس و ٹیکنالوجی اور علم وادب نے خوب ترقی کی ہے۔“(۹)

ہندکو اپنی قدامت کے اعتبار سے سب سے قدیم زبان ہے۔ہندکو بولنے والے افراد کے لیے اُردو زبان کو سمجھنا اور بولنا بہت آسان ہے۔اس کی ایک وجہ دونوں زبانوں میں موجود الفاظ کا یکساں ہونا ہے اور کسی حد تک ان کا لہجہ بگڑا ہوا نظر آتا ہے۔اُردو بہت سی زبانوں کے اشتراک سے مل کر وجود میں آئی ہے اور اپنے اندر تقریباً ہر زبان کے الفاظ کو سمیٹے ہوئے ہے۔اسی بنا پر کئی محققین نے ہندکو زبان کو اُردو کا ماخذ گردانا ہے جن میں خاطر غزنوی اور ڈاکٹر فارغ بخاری سر فہرست ہیں:

> ”ہندکو اس زبان کا نام ہے جو ہند یا سندھ سے متعلق ہے۔یہ ہند یا سندھ کیا ہے۔ہندکو کے سلسلے میں یہ غلط فہمی ایک عرصے سے دھند کی طرح پھیلی ہوئی ہے جس میں ہندکو نام کی اصل وجہ تسمیہ پس پشت ڈال دی گئی ہے اور اسے ہند کی لفظی مناسبت سے ہندوستان سے منسوب کر دیا گیا ہے۔صوبہ سرحد اور دوسرے علاقوں کو جن کی زبان ہندکو رہی ہے قدیم ہندوستان سے (جو ۱۹۴۷ء میں پاکستان اور بھارت کی صورت میں دو الگ الگ حصوں میں تقسیم ہوا) ایک عرصے تک منسلک ہونے کی وجہ سے اس زبان کو بھی ہندوستان کی زبان سمجھا گیا جو ایک لحاظ سے قرین قیاس ضروری تھا لیکن مکمل حقیقت نہیں، کیونکہ اس زبان کی اصل حقیقت کا کھوج لگانے کی کوششیں کم ہی ہو سکیں۔ہند کا اصل سندھ ہے اور اسی حوالے سے ملک کا نام بنا۔“(۱۰)

برصغیر میں آریاؤں کی آمد تقریباً تین ہزار سال قبل مسیح میں شروع ہوئی۔ان کا آبائی وطن باختر تھا چنانچہ جب باختر سے ہجرت کر کے یہ قوم کوہ ہندوکش کے جنوبی حصے میں وارد ہوئی تو قیام کے دوران ان کی زبان اور مقامی زبان کے اثرات سے جو زبان وجود میں آئی وہ ہندکو تھی۔ہندکو زبان کی تصدیق کے سلسلے میں کوئی رائے دینے سے پہلے لفظ ”ہندکو“ کی وضاحت زیادہ ضروری ہے چنانچہ اس سلسلے میں پروفیسر جمیل اختر اعوان لکھتے ہیں:

> ”میرے خیال میں لفظ ”ہندکو“ کی تین طرح سے وضاحت کی جا سکتی ہے۔
>
> ا۔ ہندکو ”کو“ بمعنی لیے یعنی ہند کی زبان ”کو“ ہندی لفظ ہے اور دور جدید میں بھی مستعمل ہے۔اس کی قدامت اس بنا پر زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔

۲۔ ہندکو ''کو'' بمعنی کوہ یعنی ہند کے پہاڑوں کی زبان ''کوہ'' فارسی لفظ ہے۔اس کی قدامت دور جدید میں استعمال کے باعث کچھ زیادہ معلوم نہیں ہوتی۔

۳۔ ہندکو ''کو'' بمعنی کھو(غار) یعنی ہند کے غاروں کی زبان کوہ ہندوکش کے جنوبی حصے میں قیام کے وقت آریالوگ یقیناً غاروں میں رہے ہوں گے اور اسی مناسبت سے اس زبان نے ہندکھو نام پایا ہو گا جو کہ بعد میں ''ہندکو'' ہو گیا آج بھی ہندکو میں ''کھوہ'' کا لفظ کنوئیں کے لیے مستعمل ہے۔''کھو ہی'' کم گہرے کنوئیں کے لیے اور ''کھو'' کا لفظ غار کے لیے استعمال ہوتا ہے''۔(۱۱)

لفظ ہندکو کی وضاحت کے بعد اس زبان کی پیدائش کے سلسلے میں فارغ بخاری ''ادبیات سرحد'' میں رقم طراز ہیں:

''پراکرت آرین قوم کی مشترکہ بولی تھی۔جس کا رواج ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح میں ملتا ہے۔ پراکرت کو پشاچہ کے نام سے موسوم کیا گیا یہی ''پراکرت دردی(گندھارا کی زبان) یا پیشاچہ آگے چل کر ہندکو کے نام سے مشہور ہوئی۔پراکرت کو ہندکو کا نام دینے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ پکت، بھارت اور دوسرے آرین قبائل نے بعض ناگزیر کوائف کی بناپر باختر سے ہجرت شروع کی۔تو وہ کوہ ہندوکش کے جنوبی حصے کی طرف بڑھتے ہوئے دریائے سندھ کی وادی میں جا پہنچے اس وقت یہ تمام قبیلے اپنی روزمرہ گفتگو میں پراکرت بولتے تھے کیونکہ پراکرت عوامی بولی کی حیثیت اختیار کر چکی تھی''(۱۲)

جبکہ ہندکو زبان وادب کے محقق مختار علی نیئر اپنی کتاب ''تاریخ زبان وادب ہندکو'' میں لکھتے ہیں:

''ہندکو زبان برصغیر کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے۔جس کی جنم بھومی قدیم گندھارا کی سرزمین ہے۔گندھارا کے نام سے مشہور ہونے سے پہلے خطہ دردستان کہلاتی تھی۔جس کا مطلب تھا مشکل اور خطرناک راستوں اور گھاٹیوں کے علاوہ درد و غم اور مصیبتوں کا خطہ۔وہ خطہ جو قندہار سے شروع ہو کر تقریباً جہلم یا پھر اس سے بھی آگے تک تھا۔اس میں بے شمار پراکرتیں بولی جاتی تھیں۔ ان میں نمائندہ پراکرت یہی تھی۔جسے آج ہندکو زبان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔''(۱۳)

چنانچہ یہی ہندکو زبان آریاؤں کی مختلف حصوں میں ہجرت کے ساتھ مختلف صورتوں میں ڈھلتی چلی گئی اور سندھ میں سندھی، پنجاب میں پنجابی، گجرات میں گجراتی اور برج میں برج بھاشا کا روپ اختیار کر گئی۔یعنی ان تمام زبانوں کا ماٰخذ یہی ہندکو ہے۔اس سلسلے میں مختلف محققین نے تحقیق کی ہے کہ ہندکو زبان کی اصل کیا ہے مختلف لوگوں نے مختلف دلائل دیے ہیں۔پروفیسر جمیل اختر اعوان اے حمید کی ہندکو کے حوالے سے رائے بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

''جدید تحقیق کی رو سے اور جدید عہد کے ماہر لسانیات پروفیسر چیٹر جی، پروفیسر ٹرنر، پروفیسر بیلی، پروفیسر موسیو جیو لیس ہیولاک اور ڈاکٹر سید محی الدین قادری کے نظریات کے مطابق اصل میں اُردو زبان اس زبان سے پیدا ہوئی ہے جو پنجابی اور برج بھاشا دونوں زبانوں کی صحیح معنوں میں ماں تھی۔ یعنی وہ پراکرت جو مسلمانوں کے بھارت میں آنے سے پہلے درہ خیبر سے لے کر گنگا جمنا کے سنگم تک بولی اور سمجھی جاتی تھی۔''(۱۴)

درج بالا اقتباس میں اے حمید کا اشارہ ہندکو زبان ہی کی طرف ہے تاہم ایک اہم بات جس کا ذکر اے حمید نے اس اقتباس میں کیا ہے وہ ہندکو کو اُردو کا ماٰخذ قرار دیا ہے۔ان کے خیال میں اُردو زبان بھی اس زبان سے پیدا ہوئی یعنی ''ہندکو'' دیگر زبانوں کی ماں ہونے کے ساتھ ساتھ خود اُردو کا بھی ماٰخذ ہے۔پروفیسر جمیل اختر اعوان اے حمید کی رائے پر مزید تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہندکو وہ قدیم زبان ہے جو آریاؤں کے ساتھ کوہ ہندوکش کے جنوب سے ہوتی ہوئی برصغیر کے دیگر خطوں میں پہنچی۔قدیم گندھارا کی سرزمین اس کا گڑھ بنی اور پھر یہ سندھ میں پہنچ کر سندھی، پنجاب

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol. 5 No.2 2022

میں پہنچ کر پنجابی، برج میں پہنچ کر برج بھاشا، گجرات میں پہنچ کر گجراتی اور دکن میں دکنی کہلائی۔البتہ سندھی، پنجابی، گجراتی اور دکنی میں اس کے ڈھلنے کا سراغ برصغیر میں مسلمانوں کی آمد کے بعد ملتا ہے اس لحاظ سے یہ تینوں کم عمر زبانیں ہیں۔ہندکو نے گندھارا سے چلتے ہوئے سندھ، پنجاب، دہلی، گجرات اور دکن تک سفر کیا مقامی اثرات کے باعث اس کی صورت بدلتی رہی اور دکن سے باقاعدہ طور پر یہ اُردو کا روپ دھار گئی۔اس لیے اُردو کا اصل آخذ کہلانے کا حق صرف ہندکو کو ہی حاصل ہے۔"

(۱۵)

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پروفیسر جمیل اختر اعوان بھی اے حمید کی رائے کی تائید کرتے ہیں۔ہندکو اُردو کے اس تعلق کو محققین وماہر لسانیات نے اپنے اپنے نظریات کی روشنی میں بیان کیا ہے۔انھوں نے اُردو کا تعلق پنجابی، سندھی، برج اور دکن سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ماہر لسانیات نے مثالوں کے ذریعے اُردو کی دیگر زبانوں سے مماثلت کو بھی ظاہر کیا ہے ایسی ہی ایک کوشش پروفیسر جمیل اختر اعوان اور "تاریخ زبان وادبِ ہندکو" کے مصنف مختار علی نیئر نے بھی کی ہے انھوں نے ہندکو اور اُردو کی مماثلت کو لفظی مناسبتوں اور مشابہتوں کی روشنی میں یوں پیش کیا ہے:

"اردو	ہندکو	اردو	ہندکو
اُڑ	اُڈ	رانی	رانڑیں
ماں	ما	پہچان	پچھاڑ
مرد	جنڑاں	اونچا	اُچا
ساس	سس	لوگ	لوک
ٹانگ	ٹنگ	بادل	بدل
ہاتھ	ہتھ	ڈوبنا	ڈبنا
باری	واری	کڑوا	کوڑا
کھاٹ	کھٹ	غلیل	گلیل
کھیل	کھیڈ	اون	اُن۔"(۱۶)

پروفیسر جمیل اعوان نے بڑی مہارت کے ساتھ اُردو اور ہندکو کے الفاظ میں مماثلت پیش کی ہے۔اس بحث سے یہ بات بڑی حد تک واضح ہو جاتی ہے کہ اُردو کا ہندکو اور ہندکو کا اُردو سے گہرا تعلق ہے۔یہی وجہ ہے دونوں میں بڑی حد تک مماثلت موجود ہے۔اس تعلق اور مماثلت ہی کا نتیجہ ہے کہ ہندکو بولی جانے والی سرزمین پر شعر وادب کے حوالے سے اُردو کا رواج عام رہا ہے اور آج بھی اُردو اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ یہاں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ہندکو زبان کی قدامت کے بارے میں ایچ ڈی واٹسن" ہزارہ گزیٹیر میں رقم طراز ہیں:

"خیبر پختونخوا میں سب سے زیادہ بولی جانے والی زبان ہندکی یا ہندکو ہے۔یہ پنجابی زبان کی ایک بولی ہے۔پنجابی کو ملتانی، مٹی، لہذی یا مغربی پنجابی کا نام بھی دیا جاتا ہے۔یہ زبان گجراتی کے کافی قریب ہے۔یہ زبان بہاولپور، ملتان، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسماعیل خان اضلاع کے علاوہ پشاور میں بھی بولی جاتی ہے۔پشاور میں اسے پشاوری کہتے ہیں۔کوہستان نمک اور شاہ اضلاع میں بھی یہ زبان بولی جاتی ہے لیکن اس میں کچھ تبدیلیاں آجاتی ہیں۔ہزارہ سے یہ زبان کشمیر تک چلی جاتی ہے جہاں اس زبان نے کشمیری زبانوں پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں"۔(۱۷)

ایچ ڈی واٹسن کی رائے کے مطابق ہندکو زبان کے اثرات پاکستان کے دیگر علاقوں کے ساتھ وادی کشمیر پر بھی پڑے ہیں۔اگر کشمیری زبان کا جائزہ لیا جائے تو اس میں بہت زیادہ ہندکو الفاظ ملتے ہیں۔ان محققین کے علاوہ خاطر غزنوی نے ہندکو زبان کو اُردو کا آخذ ثابت کرنے کے لیے کافی دلائل دیے ہیں۔انھوں نے پشتو زبان کے

حوالے سے بھی بات کی ہے اور اس کی بنیاد تلاش کرنے کی کوشش کی ہے کہ پشتو ہندکو زبان کا کہیں مآخذ تو نہیں ہے۔ان کی تحقیق کے مطابق ہندکو اُردو کی نسبت پنجابی سے زیادہ قریب نظر آتی ہے۔پروفیسر ایوب صابر اس حوالے سے "اُردو کی ابتدا کے بارے میں محققین کے نظریات" میں یوں رقم طراز ہیں:

"ہندکو اور اُردو میں مشابہت تو ہے لیکن دونوں میں ساخت کے اعتبار سے اختلافات بھی ہیں۔ ویسے ہی اختلافات جیسے پنجابی اور اُردو میں ہیں۔ ہندکو، اُردو کی نسبت، پنجابی سے زیادہ قریب ہے۔ ہندکو، پنجابی اور اُردو کا تعلق ہند آریائی سے ہے لیکن پشتو کا تعلق آریائی خاندان کی ایرانی شاخ سے ہے۔اُردو زبان کو ہندکو نہیں قرار دیا جاسکتا ہے لیکن پشتو اور ہندکو میں ایسی قربت نہیں ہے۔ پشتو ہندکو کا ماخذ نہیں ہوسکتی۔علاوہ ازیں اُردو سرحد میں پیدا ہوتی تو آج یہاں کی مادری زبان ہوتی۔"(۱۸)

درج بالا اقتباس سے یہ بات تو بالکل واضح ہوگئی ہے کی پشتو کسی طور بھی اُردو زبان کا مآخذ نہیں ہے۔ہاں پنجابی کی نسبت بحث کی جاسکتی ہے کی اس کا اُردو کی تشکیل میں کتنا حصہ ہے۔ہندکو کے بارے میں پروفیسر صوفی عبدالرشید لکھتے ہیں:

"ہندکو کا شمار برصغیر پاک وہند کی قدیم ترین زبانوں میں ہوتا ہے اس کی جغرافیائی حدود صوبہ سرحد سے لے کر شمالی پنجاب کے کچھ علاقوں اور آزاد کشمیر تک پھیلی ہوئی ہیں۔ دائرہ اثر کے اعتبار سے اس کی وسعت کا اندازہ اس امر سے کیا جاسکتا ہے کہ اُردوئے قدیم کے ذخیرہ الفاظ میں ایک خاصی تعداد ہندکو کلمات کی شامل ہے ۔موجودہ سرائیکی، سندھ اور ہندکو میں کئی لسانی اشتراکات نظر آتے ہیں گریرسن نے اپنی شہرہ آفاق کتاب" لسانی جائزہ ہند" میں بیرونی واندرونی لسانی تقسیم کے تحت بہاولپور سے گزر کر سندھ کی سرحد تک ہندکو کے اثرات کی نشاندہی کی ہے پنجابی سے بھی ہندکو بعض مشترک خصوصیات کی بنا پر ایک تعلق رکھتی ہے ایک ہی مرزبوم کے رشتے سے پشتو اور ہندکو باہم اس قدر قریب ہیں کہ ہمارے صوبے کے بعض اضلاع میں ہر دوزبانیں گھروں، گلیوں، بازاروں، کھیت کھلیانوں، تقریبات، میلوں ٹھیلوں اور جلسے جلوسوں میں بیک وقت ذریعہ اظہار بنتی ہیں اور ایک دوسرے کے ذخیرہ الفاظ اور ادبی روایات کو متاثر کرتی ہیں"۔(۱۹)

ہندکو ہی اُردو زبان کی اصل ہے لیکن یہ بات بھی قابل غور ہے کی اُردو کی نشوونما میں جہاں دوسری زبانوں نے اپنا حصہ ڈالا ہے وہاں ہندکو کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے۔اردو کے بارے میں خاطر غزنوی اپنا نظریہ یوں بیان کرتے ہیں:

"اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دریائے سندھ کے دونوں کناروں کی زبان دریائے سندھ کی وادی کی تہذیب اور تمدن کا حصہ اور حقیقی وارث ہے اور آریوں کی آمد سے پہلے برقرار ہے اور سنسکرت کی طرح اس پر مردہ زبان کا کوئی دور نہیں آیا۔ یہ قطعی طور پر ہند آریائی زبان نہیں۔ یہ وادی سندھ کی اولین زبان ہے اور خالصتاً سندھ کو، یا ہندکو ہے۔ ہندی بھی اس کی بیٹی ہے اور اردو بھی۔"(۲۰)

اس حوالے سے رائے تو نہیں دی جاسکتی کہ ہندکو زبان اردو کی ہی اصل ہے مگر اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جہاں دوسری زبانوں نے اردو کی ترقی اور نشوونما میں اپنا حصہ ڈالا ہے وہاں ہندکو کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔اگر ہم سرزمین ہزارہ کی بات کریں جہاں کی نمائندہ زبان ہندکو ہے اور لب ولہجہ کے لحاظ سے ہندکو زبان برصغیر کی تمام زبانوں سے زیادہ اردو کے قریب تر ہے۔ہندکو زبان بھی اردو کی طرح اپنے اندر مختلف زبانوں کے الفاظ کو سمونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔اس کے علاوہ صوبہ خیبر پختونخوا میں ہندکو زبان ہزاروں سالوں سے موجود ہے ہندکو زبان میں جہاں دوسری اصناف اپنی آب وتاب کے ساتھ قائم ہیں۔وہاں لوک ادب کی بھی کئی اصناف مشہور ہیں جو ہندکو تہذیب وثقافت اور ادبی تاریخ کو ثروت مند بنارہے ہیں۔اس کے علاوہ کئی شاعر اور ادیب ہندکو زبان کی ترقی کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔

حوالہ جات

(۱) ڈاکٹر فرمان فتح پوری، "تدریس اردو" مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد، ۲۰۰۳ء، ص، ۱۷

(۲) ڈاکٹر الٰہی بخش اختر اعوان، "سرزمین ہندکو"، گندھارا ہندکو بورڈ (پشور) ۲۰۰۸ء ص 55

(۳) محمد ضیاالدین، "ہندکو دا مقدمہ"، مشمولہ: مختار علی نیئر، گندھارا ہندکو بوڑد (پشور)، ۲۰۰۵ء ص 15

(۴) پاکستانی زبانیں اور ادب، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، ۱۹۹۶، ص 267

(۵) ایضاً، ص ۲۶۸

(۶) ایضاً، ص، ۲۶۹

(۷) خاطر غزنوی، "اردو کا آخذ ہندکو"، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۳ء ص 31

(۸) مختار علی نیئر، "تاریخ ہندکو زبان" مکتبہ ہندکو زبان چرچ روڈ پشاور، س، ن، ص ۶۲، ۶۱

(۹) ڈاکٹر اشرف کمال، "لسانیات، زبان اور رسم الخط"، مثال پبلیشرز، فیصل آباد، ۲۰۱۲ء ص 16

(۱۰) خاطر غزنوی، "اردو کا آخذ ہندکو"، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۳ء ص 30

(۱۱) ادبی مجلہ کاغان، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، ایبٹ آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۸

(۱۲) ڈاکٹر سید، فارغ بخاری، "ادبیاتِ سرحد"، پشاور، ۱۹۵۵ء، ص ۲۲

(۱۳) مختار علی نیئر، تاریخ زبانِ ہندکو، پشاور، جنوری ۱۹۹۵ء، ص ۵۱

(۱۴) ادبی مجلہ کاغان، گونمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، ایبٹ آباد، ۲۰۰۳ء، ص ۸۳

(۱۵) ایضاً ص ۳۴

(۱۶) علی اویس خیال، "ہندآریائی دی قوس قزح"، گندھارا ہندکو بورڈ پشاور، ۲۰۱۸ء، ص 215

(۱۷) ایچ ڈی واٹسن، "ہزارہ گزیٹیر"، ترجمہ، پروفیسر افتخار احمد، مکتبہ جمال، اُردو بازار، لاہور، 2010ء، ص ۴۵، ۳۵

(۱۸) ڈاکٹر ایوب صابر، "اُردو کی ابتداء کے بارے میں محققین کے نظریات"، دار لنوادر، اُردو بازار، لاہور، 2015، ص ۳۸

(۱۹) سلطان سکون، "ہندکو اُردو لغت"، گندھارا ہندکو بورڈ، پاکستان، پشاور، ۲۰۰۲ئ، ص ۸

(۲۰) خاطر غزنوی، "اردو کا ماخذ ہندکو" مقتدرہ قومی زبان پاکستان، ۲۰۰۳ء، ص 156